بائبل اور قرآن کریم میں اوصافِ محمدؐ

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

عطا بن یسار (م:۱۰۳ھ) مشہور تابعی اور راویٔ حدیث ہیں۔ انھوں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات توریت میں بیان ہوئی ہیں وہ مجھے بتلایئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں وہ توریت میں بھی موجود ہیں اور وہ صفات یہ ہیں:

> اے نبیؐ! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اہل عرب کے لیے پشت پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل یعنی اللہ پر بھروسا کرنے والا رکھا ہے۔ نہ آپ تندخو ہیں، نہ سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں، بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں کریں گے جب تک کہ آپؐ کے ذریعے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کردیں اور وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بند دلوں کو کھول دے گا۔
> (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کراہیۃ الصخب فی الاسواق)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توریت کی جن آیات کا حوالہ دیا ہے، ان سے ملتی جلتی آیات قرآن میں اس طرح وارد ہوئی ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ﴿٤٦﴾

(الاحزاب ۳۳:۴۵-۴۶) ”اے نبیؐ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے“۔

مذکورہ آیات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اوّل یہ کہ آپؐ شاہد یعنی گواہ ہیں۔ دوم یہ کہ آپؐ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ آپؐ دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ چہارم یہ کہ آپؐ اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ پنجم یہ کہ آپؐ روشن چراغ ہیں۔ اسی طرح سورۃ الفتح میں کہا گیا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ (الفتح ۴۸: ۸) ’’بے شک ہم نے آپؐ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے‘‘۔

● **شہادت علی الناس:** قرآن کریم میں مختلف مقامات پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی صفات اور خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مگر یہاں ان صفات کا ذکر ہے جن کی مماثلت توریت میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ان میں پہلی صفت شہادت علی الناس ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اللہ کی وحدانیت، یوم آخرت، سلسلۂ رسالت اور اللہ کے حقوق واحکام کی شہادت دینے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خالق کائنات کی طرف سے دنیا میں بھی گواہ ہیں اور آخرت میں بھی گواہ ہوں گے۔ دنیا میں آپ کی شہادت کا حوالہ دیتے ہوئے قرآن پاک میں اہل عرب سے کہا گیا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (المزمل ۷۳: ۱۵) ’’ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تمھارے اوپر گواہ ہے، جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا‘‘۔

دوسری جگہ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ ۲: ۱۴۳) ’’اور اسی طرح ہم نے تم لوگوں کو معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں‘‘۔

لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دو طرح کی ہے۔ ایک قولی شہادت اور دوسری عملی شہادت۔ قولی شہادت یہ ہے کہ آپؐ نے آغازِ نبوت سے لے کر وفات تک خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی گواہی دی، اس کے علاوہ ہر معبود کا انکار کیا اور اس کے سوا کسی کو خالق و مالک نہیں مانا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی خلاقیت اور الوہیت کے ساتھ فرشتوں کی عبدیت اور معصومیت، انبیائے سابقین کی حقانیت، آسمانی کتابوں کی صداقت، حیات بعد الموت کی حقیقت،

جنت وجہنم کی واقعیت اور جزاوسزا کے برحق ہونے کی گواہی دی۔ اسی طرح اللہ کے دین، شریعت اور احکام کی گواہی دی اور اس کے حلال وحرام کے ضابطوں اور قضاوقدر کے فیصلوں کی گواہی دی۔

دوسری عملی شہادت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عقیدۂ توحید کو زبان سے بیان کیا، عملاً اس کو اپنی زندگی میں نافذ کیا، جس معبود کی وحدانیت کی شہادت دی پوری زندگی اس کو مشعل راہ بنایا، اللہ کے جن احکام کی شہادت دی تاحیات ان پر عمل کر کے دکھایا۔ جن چیزوں کو اللہ کی مرضی کے خلاف کہا ان کے قریب کبھی نہیں پھٹکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت عام انسانوں کی شہادت نہ تھی بلکہ ایسے رسولِ برحق کی شہادت تھی جس کا زبان کے ساتھ دل کا رشتہ تھا اور اس پر عملی نظام قائم تھا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو جانے سے پہلے خطبۂ حجۃ الوداع میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا میں نے اللہ کا دین تم لوگوں تک پہنچا دیا؟ پورے مجمع نے اثبات میں جواب دیا، تب آپؐ نے فرمایا: اللھم اشھد، ''اے اللہ تو اس بات پر گواہ رہنا''۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم)

دنیا کی طرح آخرت میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں گے۔ آخرت کی شہادت کا حوالہ دیتے ہوئے قرآن پاک میں ایک جگہ کہا گیا ہے: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ (النحل۱۶: ۸۹) ''اور جس روز ہم ہراُمت میں ان کے اندر سے ایک گواہ اٹھائیں گے جو ان پر گواہی دے گا اور اے محمدؐ آپ کو ان لوگوں پر گواہ کی حیثیت سے لائیں گے''۔

دوسری جگہ قرآن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ؀ (النساء ۴: ۴۱) ''وہ منظر کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپؐ کو ان تمام لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے''۔

آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اپنی امت کے اعمال پر بھی ہوگی اور انبیائے سابقین کی امتوں پر بھی ہوگی۔ اس کی تفصیل متعدد روایات میں وارد ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ تم قرآن کی تلاوت کر کے سناؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ قرآن تو آپؐ پر نازل ہوا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن

سناؤں؟ رسولِ کریمؐ نے جواب دیا: ہاں، تم پڑھو اور میں سنوں گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سورۃ النساء کی تلاوت کرنی شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس کرو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضورؐ آنسوؤں سے رو رہے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقری للقاری حسبک)۔

• **مبشر — خوشخبری دینے والے**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ مبشر ہیں۔ یعنی ایمان اور عمل صالح پر دنیا میں سعادت اور آخرت میں نجات اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا ہے: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ (الاحزاب ۳۳: ۴۷) ''مومنوں کو بشارت دے دیجیے کہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے فضل کبیر ہے''۔

تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کفروشرک، نفاق، الحاد اور نافرمانی پر اللہ کے غضب اور عذابِ جہنم سے ڈراتے ہیں۔ یہ دونوں صفات تمام انبیاؑ میں مشترک ہیں۔ سارے انبیاؑ لوگوں کو کفروشرک اور بُرے اعمال کے انجام سے ڈراتے تھے اور عقیدۂ توحید اور اچھے اعمال کرنے پر جنت کی بشارت دیتے تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ (الکہف ۱۸: ۵۶) ''ہم رسولوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نبی بنا کر بھیجتے ہیں''۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ (النساء ۴: ۱۶۵) ''ہم نے رسول بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، تاکہ رسولوں کے آجانے کے بعد لوگوں کو اللہ پر حجت کرنے کا موقع نہ ملے''۔

دوسری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ (الفاطر ۳۵: ۲۴) ''بے شک ہم نے آپؐ کو برحق بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بشارت کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ آپؐ

لوگوں کو مایوس اور متنفر نہیں کرتے تھے بلکہ امید، شوق اور یقین پیدا کرتے تھے۔ اللہ کی رحمت اور جنت کی بشارت دیتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو میں ان میں پہلا شخص ہوں گا، جب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف وفد کی شکل میں جائیں گے تو میں ان کا متکلم ہوں گا، اور جب لوگ مایوس ہوجائیں گے تو میں ان کو خوش خبری دوں گا''۔ (سنن ترمذی، ابواب المناقب)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ وہ خوش خبری دینے والے بنیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۝۴۵ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کو ہدایت کی: انطلقا فبشرا ولا تنفرا ویسرا ولا تعسرا، تم دونوں (یمن) جاؤ اور خوش خبری سناؤ، نفرت نہ پیدا کرو، آسانی فراہم کرو اور دشواری میں نہ ڈالو۔ (معجم طبرانی بحوالہ تفسیر ابن کثیر، سورۂ احزاب: ۴۶)

● **منذر__ ڈرانے والے**: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت 'منذر' کا تذکرہ بھی قرآن میں بار بار آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے: وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ط اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ہَادٍ۝۷ (الرعد ۱۳: ۷) ''اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں ہوئی؟ بے شک آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہوتا ہے''۔

انبیائے سابقین بھی اپنی قوموں کے لیے بشیر ونذیر تھے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لیے بشیر ونذیر ہیں۔ چوں کہ آپؐ آخری نبی ہیں اور رہتی دنیا تک آپؐ ہی کے پیغام کو لائحہ عمل بننا ہے، اس لیے آپ کی انذار اور تبشیر کی صفت کو نمایاں کرکے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (السبا ۳۴: ۲۸) ''اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے''۔ یعنی گذشتہ انبیائے کرامؑ وقتی اور زمانی طور پر بشیر ونذیر تھے، جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دائمی اور آفاقی طور پر بشیر ونذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ کو صحیفۂ ہدایت قرآن کریم عطا کیا

اور اسے صاف ستھری آسان زبان میں نازل کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اسے خوش خبری دینے اور ڈرانے کے لیے استعمال کریں اور آپؐ کے بعد لوگ قرآن سے بشارت حاصل کریں اور خوفِ خدا اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ (مریم۱۹: ۹۷) ”بے شک ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کردیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے خدا ترس لوگوں کو خوش خبری دیں اور جھگڑالو قوم کو اس کے ذریعے ڈرائیں“۔

● **داعی الی اللہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ اللہ کی طرف اسی کے حکم سے لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یوں تو ہر نبی اللہ کی دعوت دینے کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔ سارے رسول اپنی اپنی قوم کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں، مگر ان رسولوں کی دعوت ان کی قوم اور ان کے زمانہ تک مخصوص ہوتی ہے۔ مثلاً عیسائی مذہب دنیا کا بڑا دعوتی مذہب سمجھا جاتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تمام دنیا کے لیے مبعوث نہیں کیے گئے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن کریم میں کہا گیا ہے: وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ (اٰل عمرٰن ۳: ۴۹) ”وہ بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے“۔ بائبل میں خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں صراحت سے کہا گیا ہے: ”ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انھیں حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا“۔ (متی، باب:۱، آیت: ۵-۷)

اس کے برخلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قوم یا محدود زمانے کے لیے داعی بن کر نہیں آئے، بلکہ دنیا کی ساری قوموں اور آخری زمانے تک کے لیے داعی بن کر آئے۔ ان کی دعوت قیامت تک کے لیے کافی ہے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اسی لیے ان کا لقب 'نبی آخر الزماں' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی اور عالمگیر دعوت کا اعلان کرنے کے لیے فرمایا: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (اعراف ۷: ۱۵۸) ”اے محمدؐ! آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں

تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سارے کلام پر اور اس کی پیروی کرو شاید تم ہدایت یاب ہو‘‘۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق و مالک ہے، اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بھی تمام انسانوں کے لیے عام ہے۔ کسی قوم یا ملک کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں تمام انبیا علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ لہٰذا ان کی دعوت کو قبول کرنا صرف ایک نبی کی دعوت کو قبول کرنا نہیں ہے بلکہ تمام انبیا علیہم السلام کی دعوت کو قبول کرنا اور ان کے بتائے ہوئے راستہ کو اختیار کرنا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ساختہ داعی نہیں تھے کہ ان کے دل میں لوگوں کے عقیدہ وعمل کو درست کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، اور وہ اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس آفاقی دعوت کے لیے کھڑا کیا اور اس جوکھم بھرے کام کے لیے ان کو منتخب کیا۔ اسی لیے داعیًا الی اللہ کے ساتھ باذنہٖ کا لفظ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دنیا والوں کو توحید کی دعوت دینے پر صرف مامور نہیں کیا بلکہ اس راہ کے نشیب وفراز سے بھی آگاہ کیا اور اس کی مشکلات سے باخبر کیا۔ اس کی حکمت سے روشناس کیا اور مرحلہ بہ مرحلہ اس دعوت کے لیے آپؐ کی تربیت کی۔ اس کے روحانی اور اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرنے کی ہدایت کی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کی ضرورتوں، تقاضوں، مشکلات اور کامیابی کے امکانات سے پوری طرح اپنے نبی کو آگاہ کیا اور اسی کے مطابق تیار کیا۔ رسولؐ کی دعوت کے اسی طریق کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن پاک میں کہا گیا ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (یوسف ۱۲: ۱۰۸) ’’آپؐ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور میرے متبعین بھی۔ پاک ہے اللہ کی ذات اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں‘‘۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آفاقی دعوت کا ذکر بائبل میں ان الفاظ میں آیا ہے:

’’دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح

اس پر رکھی ۔ وہ تمام قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا، جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں‘‘۔(یسعیاہ، باب: ۴۲،آیت:۱-۴)

اس بشارت کی مزید وضاحت انجیل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس طرح کی گئی ہے:’’یسوع نے ان سے کہا: کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا، یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے لیے پھل لائے دے دی جائے گی، اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا‘‘۔(متی، باب:۲۱،آیت:۴۲-۴۳)

• **سراجِ منیر**: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپؐ ’’سراج منیر‘‘ یعنی روشن چراغ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، سیرت، شریعت اور دعوت کی روشنی پھیلتی جائے گی اور لوگوں کے دل و دماغ کو منور کرتی چلی جائے گی۔ مشرق ومغرب، شمال وجنوب کے تمام علاقے آپ کی روشنی سے فیض یاب ہوں گے۔آپؐ کے دشمن آپؐ کی روشنی کو روکنے کی ہرممکن کوشش کریں گے، مگر یہ روشنی کا سفر رُکے گا نہیں۔ لوگ چراغ محمدی کو بجھانے کی سازش کریں گے مگر یہ سازش کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۸ (الصف۶۱:۸) ’’وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا، اگرچہ کافروں کو یہ ناگوار ہی کیوں نہ ہو‘‘۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سراجِ منیر کہا، شمس منیر نہیں کہا۔ حالاں کہ سورج چراغ سے زیادہ روشنی دیتا ہے اور اس کی روشنی عالم گیر ہوتی ہے۔حکمت اس میں یہ ہے کہ ایک سورج سے دوسرا سورج پیدا نہیں کیا جاسکتا، جب کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلائے جاسکتے ہیں۔اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور دعوت سے ہزاروں چراغِ ہدایت روشن ہوسکتے ہیں۔

امام رازی نے لکھا ہے:’’اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سراج کا لفظ استعمال

کیا ہے، سورج کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ حالاں کہ سورج میں چراغ سے زیادہ روشنی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج سے کوئی دوسرا سورج نہیں پیدا کیا جاسکتا، جب کہ چراغ سے دوسرا چراغ جلایا جاسکتا ہے۔ اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے چراغ سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں۔ تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کروگے ہدایت یاب ہوگے''۔ اسی طرح ان کے بعد تابعین بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نُورِ ہدایت حاصل کرتے ہیں، اور مجتہدین بھی سب کے سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کرتے ہیں''۔ (تفسیر الکبیر، سورۃ الاحزاب: ۴۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کو بھی اللہ نے انذار و تبشیر کا مصدر بنایا ہے۔ رسول کریمؐ کے دنیا سے گزر جانے کے بعد قرآن ہمیشہ کے لیے بشیر و نذیر کی حیثیت سے موجود اور منور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاؕ۝۱ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ۝۲ (الکہف ۱۸:۱-۲) ''تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کردے، اور ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دے دے کہ اُن کے لیے اچھا اجر ہے''۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی بنایا۔ آپؐ کی سیرت و کردار کو دوسرے انسانوں کے لیے معیار اور نمونہ بنایا۔ آپؐ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ اجمالاً گذشتہ آسمانی کتابوں میں فرمایا اور تفصیلاً قرآن کریم میں کیا۔ آپؐ کو خاتم النبیین بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب، مقام اور ذمہ داریوں کی صراحت فرمائی۔ لوگوں کو آپؐ کے حقوق سے آگاہ کیا، آپؐ کی دعوت کو آفاقی اور شریعت کو دائمی بنایا۔ اس دعوت میں انسانوں کے لیے راحت، بشارت اور نجات ہے۔